ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

رحمٰن مذنب کے افسانوں کا ماحولیاتی مطالعہ

ثمینہ بیگم
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد ہارون قادر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Rahman Muznab's fables are coloured by classes. He has seen with his own eyes his family environment and surroundings. He has described different classes in his legends. All classes, from religious people to market women and eunuchs, have been given a place in their legends. The environments of all these classes are also different. He has depicted the environment of each class in an expert manner. There are many colours of atmosphere in his fiction due to the environment of the classes. As if due to the interplay of their characters, themes, and classes, the environment also has many colours.

Keyword:

معاشرتی مسائل، افسانچہ، کردار نگاری، ماحولیاتی تنقید، گلی ڈنڈا، گنڈیریاں، پتنگ بازی

رحمٰن مذنب اردو ادب کے نمایں ادیب ہیں۔ وہ دلکش افسانہ نگاری اور معاشرتی مسائل پر اپنی بصیر افروز تحقیق کے حوالے سے مشہور ہیں۔ ان کی ادبی تخلیقات اور تحریریں انسانی رشتوں، ثقافتی رنگوں اور انسانی فکری اور جمالیاتی پہلوؤں کو تلاش کرنے میں بہت اہم ہیں۔ وہ ۱۵ جنوری ۱۹۱۵ء کو پنجاب کے دل لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کی جائے پیدائش لاہور کے ٹکسالی دروازے کے قریب اونچی مسجد سے ملحق مکان تھا۔ وہ علمی اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ لاہور کے علمی، ادبی، ثقافتی، مذہبی اور روایتی ماحول میں انھوں نے آنکھ کھولی اور ان کی تعلیم و تربیت میں اونچی مسجد کی اذانوں اور بائی جی کی ٹھمریوں کا بڑا اثر تھا۔ جوان کے شخصیت میں دو متضاد پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں بہت اہم ثابت ہوئے۔ ان کا اصل نام عزیز الرحمٰن تھا۔ گھر والے انھیں عزیز کے نام سے پکارتے تھے۔ انھیں شاعری سے دل چسپی تھی۔ شاعری کے لیے انھوں نے وفا، جفا اور درد تخلص کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ لیکن جب انھیں مذکورہ بالا صاحب تخلص شعرا کے بارے میں معلوم ہوا تو یہ تخلص ترک کر دیے اور عزیز مصری کا تخلص اختیار کیا۔ لیکن بعد ازاں انھوں نے مذنب کا بہ طور تخلص انتخاب کیا۔ یوں وہ رحمٰن مذنب بن گئے۔ البتہ یہ قلمی نام تنقید کی زد میں رہا۔ اس پر بہت اعتراضات کیے گئے۔

ان کے والد مفتی عبد الستار، ایک دینی مدارس سے منسلک تھے۔ وہ فتویٰ دیتے تھے۔ وہ عربی و فارسی کے بڑے عالم تھے۔ ان کی علمی قدو کاٹھ کی وجہ سے انھیں لوگ 'خلیفہ' کہتے تھے۔ ان کی آواز بھی دل نشین تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو سماں بندھ جاتا تھا۔ ان کے والد ہر صبح درس حدیث دیتے اور سرکاری اور نجی مسائل پر فتاویٰ جات تحریر کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں عربی اور فارسی کی وقیع کتب موجود تھیں۔ ان کی آمدنی کا بڑا حصہ کتب پر خرچ ہوتا۔ کتابوں کی دیکھ بھال میں انھیں بہت دل چسپی تھی۔

مفتی عبد الستار سچے درویش اور حق پرست انسان تھے۔ وہ مذہبی ہونے کے باوجود سختی کے قائل نہ تھے۔ وہ دو وجوہات کی بنیاد پر رحمٰن مذنب پر توجہ نہ دے سکے۔ اول ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر وقت علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے۔ دوم ان کے دوسرے بیٹے کی وفات کے بعد ان کا دل بہت نرم پڑ گیا تھا۔ رحمٰن مذنب کی والدہ مفتی عبد الستار ٹونکی کی بیٹی تھی۔ وہ نہایت نیک طبیعت، ملنسار اور گھریلو خاتون تھیں۔ وہ مذہب سے گہری محبت رکھتی تھی۔ وہ فارغ وقت میں محلے کی بچیوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھیں۔ انھیں اپنے بیٹے عبد الحیی کی ناگہانی وفات کا بہت دکھ تھا۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

رحمٰن مذنب کا بچپن نہایت فارغ البالی میں گزرا۔ کھیل کود اور بچوں کے ساتھ وقت گزرا۔ بچپن، گلی ڈنڈا، چیچو چیچ گنڈیریاں، پتنگ بازی اور دیگر کھیلوں سے خوب لطف اندوز ہوتے رہے۔ بچوں کی طرح شرارتی بھی خوب تھے۔ زندگی کی ہر قسم کی آزادی انھیں میسر رہی ہے۔ ابتدائی والدین نے خود دی۔ جب کچھ بڑے ہوئے تو نور محلہ کے سکول میں باقاعدہ داخل کروایا گیا۔ پرائمری کی تعلیم کے دوران ہی انھیں ادب سے کافی لگاؤ ہو گیا تھا۔ وہ ان دنوں سے ہی پھول، گلدستہ جیسے رسائل شوق سے پڑھنا شروع ہو گئے۔ اسی دور میں ہی منشی سورج نرائن مہر دہلوی کا کلام ان کے پاس رہتا تھا۔ چوتھی جماعت میں انھوں نے مضمون لکھا اور مضمون نگاری میں اول پوزیشن حاصل کی۔

پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ سینٹرل ماڈل ہائی سکول کچہری روڈ میں داخل ہو گئے۔ اس دوران بھی انھوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ ادبی دل چسپی کو خوب فروغ دیا۔ ساتویں جماعت کی تعلیم کے دوران وہ مشہور ادبی جریدے 'ساقی' سے متعارف ہو چکے تھے۔ اس جریدے کے ذریعے انھوں نے میر امن، رتن ناتھ سرشار، حالی، میر، مومن، درد، ذوق، غالب، ڈپٹی نذیر ایسے اردو کے مایہ ناز لکھاریوں سے تعلق پیدا ہو گیا۔ ان نابغہ روزگار ادیبوں کو پڑھنے سے ان کی ادبی صلاحیتوں کو جلا ملی۔

۱۹۳۲ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تو گورنمنٹ کالج سول لائن میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے ایف اے کرنے کے بعد وہ دیال سنگھ کالج میں داخل ہو گئے۔ گورنمنٹ سول لائن کالج کے مقابلے میں یہاں کا ماحول انھیں بہت پسند آیا۔ یہاں انھیں مولانا تاجور نجیب آبادی، عابد علی عابد، پروفیسر سومناتھ، پروفیسر سہائے، پروفیسر ساہنی، عاشق محمد، مولوی محمد اشرف جیسے عظیم اساتذہ سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ یہاں ان کے ادبی ذوق میں نہایت بڑھوتری ملی۔

۱۹۳۷ء میں والد کی وفات کے بعد تعلیم کے سلسلے کو خیر باد کہا۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی ملازمت کا آغاز قلم کاری سے کیا۔ بہت جلد وہ اپنے افسانوں اور ڈراموں کی بدولت مشہور ہونا شروع ہو گئے۔ مختلف ادبی اور علمی مجلوں میں ان کی تحریریں شائع ہونا شروع ہو گئیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ساری زندگی ادب کے لیے وقف کر دے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ادب سے ادیب کے معاشی مسائل حل نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> "یہاں جہالت ہے، بیکاری ہے، بیماری ہے، افلاس ہے، غیر اقتصادی اور غیر صحت مند معاشرہ ہے۔ یہاں علم وادب کی پروش کا سامان میسر نہیں۔ یہاں علم وادب کی حیثیت ایک بانجھ عورت کے برابر ہے۔ علم و ادب سے یہاں پھوٹی کوڑی نہیں ملتی۔ مضمون نگاری (مضمون نگار کے لیے) ایک غیر اقتصادی پیشہ ہے۔ ناشروں کی خسیس ہتھیلیاں اور تنگ جیبیں ان کے محسنوں پر کھلنے سے انکار کرتی ہیں۔ علم وادب سے زرخیزی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ آخر گوشت پوست کا پتلا ہوں۔ مادی زندگی سے فرار نہیں کر سکتا۔ دنیا کا بڑے سے بڑا مفرور، راہب، سنیاسی، بھکشو اور تپسوی بھی مادی زندگی کے ناگزیر چکر سے آزاد نہیں۔ بیشتر ادیبوں کی طرح غیر ادبی پیشوں سے کسب معاش کرتا ہوتا۔"(1)

ان کی ملازمتوں کے مختلف ادوار اور پیشے رہے ہیں۔ ایک زمانے میں وہ ہوم ٹیوشن پڑھاتے تھے۔ پھر ایک پرائیویٹ سکول میں تدریس کرتے رہے۔ چند سال بھوپال کے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں بھی ملازم رہے۔ دیال سنگھ کالج سے دس سال وابستہ رہے۔ بعد ازاں فیڈرل انفارمیشن منسٹری میں بطور آفیسر راول پنڈی میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سعادت حسن منٹو کے بھانجے حامد جلال کی وساطت سے واپڈا میں افسر معلومات کے طور پر جائن کیا۔ حامد جلا کے ساتھ جریدہ 'برقاب' کے مدیر رہے۔ انھوں نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی ایک سال کے بعد اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ دوسری شادی اچھی انڈرسٹینڈنگ کے ساتھ چلی۔ ان سے انھیں اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں۔

رحمٰن مذنب کی ادبی زندگی کا آغاز زمانہ طالب علمی سے ہی ہو چکا تھا۔ انھوں نے مضمون نگاری، افسانہ نگاری اور مقالہ نویسی سمیت ادب کی مختلف جہتوں سے خود کو جوڑے رکھا۔ وہ حلقہ ارباب ذوق سے دلی تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اجلاسوں شوق سے شریک ہوتے تھے۔ اس پلیٹ فارم پر انھیں نامور ادیبوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اور نقادوں کے ماہرانہ خیالات اور تخلیقات جاننے کا موقع میسر آیا۔ وہ اس حلقے کے فعال رکن رہے۔ اس کے اجلاسوں میں شرکت کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انھیں کوئی ضرور مصروفیت درپیش ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ ان کے بقول:

"میں نے یہاں تندرست نظمیں، توانا کہانیاں اور زندہ تنقیدیں سنی ہیں۔ نور و ظلمت کا ہمیشہ تصادم رہا ہے۔ حلقے کا چلن یہ ہے کہ وہ ہر کسی پر اپنا نظریہ نہیں ٹھونستا، کوئی جس طرح چاہے سوچے۔"(2)

رحمٰن مذنب نے "نئی ادبی تنظیم" میں بھی شمولیت اختیار کی۔ وہ اس کے نا صرف فعال رکن تھے بلکہ وہ سیکریٹری بھی رہے۔ اس پلیٹ فارم پر نو آموز لکھاریوں کی حوصلہ افزائی اور راہ نمائی کرتے رہے۔ مبتدیوں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ ان میں مستنصر حسین تارڑ جیسے ادیب شامل ہیں۔ انھوں نے ۱۶ فروری ۲۰۰۰ء کو ۸۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ وفات کے وقت وہ گھر میں تنہا تھے۔ ان کی بیوی بازار سودا سلف لینے گئی تھیں۔ وہ گھر کی چھت پر بیٹھے ادبی مشاغل میں مصروف تھے کہ وقت آگیا۔ وہ آخری لمحات تک بھی لکھنے پڑھنے میں مصروف رہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ وہ آخری وقت اپنی زندگی سے متعلق کتاب انور سدید کی تالیف "تجھے ہم ولی سمجھتے" کا مسودہ دیکھ رہے تھے۔ عرفان احمد لکھتے ہیں:

"موت سے کسی کو مفر نہیں۔ مگر کچھ لوگ اپنی موت کے حوالے سے بھی قابل رشک ٹھہرتے ہیں۔ مرتے وقت رحمٰن مذنب کے ہاتھ میں قلم تھا اور ایک ادیب کے لیے اس سے زیادہ قابل رشک موت اور کیا ہو گی۔ وہ اپنی زندگی کے حوالے سے کتاب دیکھ رہے تھے کہ ان کی زندگی کی کتاب فرشتہ اجل نے بند کر دی۔"(3)

ان کو مطالعہ سے بہت شغف تھا۔ انھوں نے انسان کو بھی ایک کتاب ہی سمجھا۔ اس کے اچھے یا برے ہونے پر توجہ نہیں دی۔ انھیں سیر و ساحت اور کھیلوں کا بہت شوق تھا۔ انھوں نے پتنگ بازی، کبڈی سے لے کر لڈو، شطرنج وغیرہ سے بہت دل چسپی تھی۔ اسی طرح انھیں تھیٹر اور سینما کا بھی بہت شوق رہا۔ جب تھیٹر کا زوال ہوا تو انھوں نے سینما کا رخ کیا اور اپنے دل کو خوب بہلایا۔ انھیں بچپن سے ہی خوش لباسی بہت پسند تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خوش خوراک بھی تھے۔ بہر حال انھوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔

وہ ایک بے باک ادیب تھے۔ منافقت انھیں قطعاً پسند نہیں تھی۔ جس بات کو درست سمجھتے تھے صاف گوئی سے بیان کرتے تھے۔ وہ ایک ایسے ادیب تھے جنھوں نے ادب کو دولت کمانے کا ذریعے نہیں بنایا۔ انھوں نے دیگر ذرائع سے پیسہ کما کر خود کو ادب کے لے وقف رکھا۔ ان کی اہم کتب کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ پتلی جان
2۔ رام پیاری
3۔ بالا خانہ
4۔ خوش بودار عورتیں
5۔ پنجرے کے پنچھی
6۔ باسی گلی
7۔ گل بدن
8۔ دریا، نہریں اور بند
9۔ مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے
10۔ بوطیقا (پنجابی زبان میں ترجمہ)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

11۔ دین ساحری، دیومالا اور اسلام
12۔ جادو اور جادو کی رسمیں
13۔ ڈرامے اور تھیٹر کی عالمی تاریخ
14۔ داستان آب و گل
15۔ لارنس سے ماتاہری تک
16۔ قتل کے چند تاریخی واقعات
17۔ کہانیاں
18۔ متفرق افسانے
19۔ سچی کہانیاں
20۔ ڈرامے

ذیل میں ان کی ادبی خدمات کی مختلف جہات کا اختصار سے جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ترجمہ نگاری:

رحمان مذنب ایک اچھے مترجم تھے۔ وہ ترجمہ نگاری کے اصول و قواعد رکھتے تھے۔ انھوں نے ترجمے کے میدان میں کچھ حصہ لیا لیکن جو بھی کیا بہت ہی اچھا کیا۔ ان کے تراجم سے ان کے ماہر مترجم ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ ان کے تراجم میں روانی اور شستگی موجود ہے۔

مضمون نگاری:

رحمان مذنب نے بہت سے مضامین لکھے۔ مضمون نگاری تو انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کے دوران ہی شروع کر دی تھی۔ میٹرک سے ہی قبل انھوں نے مختلف موضوعات پر مضمون نویسی کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ انھوں نے اردو کے رسائل و جرائد میں مختلف مضامین تحریر کیے۔ جو شاید ابھی تک جمع کر کے چھپے نہیں ہیں۔ ان مضامین کو طباعت کے مراحل طے کرنا چاہیے۔ تاکہ ان کے یہ ادبی کاوشیں قارئین تک باقاعدہ پہنچ سکیں۔

ڈراما نگاری:

ڈراما نویسی کے فن سے بھی وہ مکمل طور پر آگاہ تھے۔ ابتدائی ایام میں انھیں ڈرامے اور ناٹک دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ تھیٹر میں شوق سے جاتے تھے۔ جب سینما کے دور کا عروج آیا تو انھوں نے سینما جا کر فلم اور ڈرامے دیکھنے شروع کیے۔ انھوں نے خود بھی ڈرامے لکھے۔ جو ان کے عمدہ ڈرامہ نگار ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ انھوں نے ڈرامہ نگاری کی پوری تاریخ مرتب کی جو ان کی ڈرامہ نویسی سے دل چسپی کو ظاہر کرتی ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ان کے ڈرامے ایک عرصے تک چھپ نہیں سکے۔ وجہ یہ بنی کہ ڈرامے مرتب ہو کر تیار ہو چکے تھے۔ ایک بات پر پبلشر اسے پریس میں بھیج رہا تھا کہ اک بات پر جھگڑا سا ہو گیا اور ڈرامے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اس حوالے سے وہ اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں:

> ”بعد ازاں ۱۹۵۲ء کے لگ بھگ اپنے ڈراموں کے مجموعہ کو لاہور ایک مشہور پبلشر کو دیے۔ انھوں نے 'کانچ کے پتلے' کے عنوان سے میرے ڈراموں کی بڑی عمدہ کتابت کروائی۔ ٹائیٹل چھپوا بھی لیا۔ اس کی فہرست کتب میں اشتہار بھی چھاپا۔ پھر حماقت دیکھیے۔ جب 'کانچ کے پتلے' کی کتابت پریس میں جانے کو تھی۔ پبلشر نے فرمایا ہم رائٹر کو شہرت بخشتے ہیں۔ اسے چاہیں تو آسمان پر چڑھا دیں۔ میں عرض کیا کہ اگر رائٹر کے پلے کچھ نہیں تو پبلشر کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نازک گھڑی میں میری یہ بات ان کو بری لگی انھوں نے کتابت شدہ ڈرامے الماری میں رکھ لیے اور آج تک نہیں چھپے۔“(4)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ناول نگاری:

اگرچہ ان کی پہچان افسانہ نگاری سے ہوئی لیکن وہ ایک نامور ناول نگار تھے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں اپنے عہد کے نشیب و فراز کو بیان کیا ہے۔ ان کے ناولوں میں حقیقت نگاری اور عہد کے شعور کی پختگی واضح موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کسی تحریک کا اثر قبول نہیں کیا۔ ان کی فکری اساس دراصل ان کا اپنا گرد و پیش ہے جس کو انھوں نے مخلصانہ اور بے باکانہ انداز میں زیب قرطاس کیا ہے۔

اردو ادب میں جن ادیبوں نے افسانوں میں شہرت حاصل کی ان کے ناول نگاری دب کر رہ گئی ہے۔ حالاں کہ انھوں نے نہایت عمدہ اور بہترین ناول تحریر کیے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ ان کی ناول نگاری بھی ان کی افسانہ نگاری کی شہرت کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔ جب کہ حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں فنی اور فکری دونوں لحاظ سے ایسے ناول لکھے ہیں جن کی بنیاد پر ان کی ناول نویسی پر دسترس اور کمال واضح ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء الحسن لکھتے ہیں:

> "دنیا بھر کے ادب میں بیشتر یہی صورت حال ملتی ہے کہ جو لوگ ناول نگار ہوئے، ان کے افسانوں کو کم اہمیت ملی۔ جیسے ٹالسٹائی، گورکی، اردو میں قراۃ العین، الطاف فاطمہ، عبداللہ حسین وغیرہ اور جو افسانہ نگار ہوئے ان کے ناول نظر انداز ہوئے۔ جیسے چیخوف اور اردو میں انتظار حسین وغیرہ۔ رحمان مذنب کے ساتھ بھی یہی صورت حال رہی۔ ان کے افسانے کے مقابل ان کے ناول کم زیر بحث رہے۔ حالاں کہ ان کے افسانے اور ناول دونوں کا موضوع اور اسلوب ایک ہے۔"(5)

رحمان مذنب کے ناولوں میں باسی گلی، گلبدن وغیرہ اعلیٰ پائے کے ناول ہیں۔ ان میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ایک اچھے ناول میں ہونی چاہیں۔

افسانہ نگاری:

رحمان مذنب اردو ادب کے ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ انھیں ساری شہرت افسانوں کی وجہ سے ملی ہے۔ انھوں نے فنی اور فکری لحاظ سے افسانہ نگاری کے تمام اصولوں کو مد نظر رکھا ہے۔ ان کا شمار اردو کے صف اول کے افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں کے پلاٹ نیچرل ہیں۔ گرد و پیش کے حوالے سے ان کے کردار متحرک اور جان دار ہیں۔ وہ کسی کٹھ پتلی کردار کو پسند نہیں کرتے۔

اردو ادب میں حقیقت نگاری ایک اہم موضوع رہا ہے۔ اسی حقیقت نویسی کے ضمن میں جنسیت کا پہلو بھی شامل ہے۔ جنسی حقائق کی بازیافت میں بھی اردو میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اردو کے افسانوی ادب میں بہت سے فکشن نگار ایسے موجود ہیں جنھوں نے جنس نگاری میں بہت شہرت حاصل کی اور تنقید کا سامنا بھی کیا ہے۔ ان میں رحمٰن مذنب کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں جنسی موضوعات کو کثرت سے شامل کیا ہے۔ مذہبی گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود بھی انھوں نے ان موضوعات پر خامہ فرسائی کرنے میں بہت بے باکی سے کام لیا ہے۔

انھوں نے لاہور کی طوائفانہ زندگی کو بچپن کی آنکھ سے لے کر شعور کی آنکھ تک قریب سے دیکھا ہے۔ اس لیے ان کے جنسی موضوعات کا زیادہ تر لفظی سرمایہ طوائف سے مستعار لیا گیا ہے۔ مزید کہ انھوں نے جو دیکھا ویسا ہی بیان کر دیا۔ انھوں نے رمز و کنایہ اور پردے کی پیچھے بات کرنے کی بجائے سارے راز کی ہنڈھیا کو چوک میں پھوڑا ہے اور سارے پردے گرا کر منظر واضح کر دیا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اصل فنکار ہوتا ہے ہی وہی ہے جو معاشرے کے حقائق کو دیکھ کر ویسے کا ویسا بیان کر دیتا ہے تاکہ لوگ اس سے شعور حاصل کر سکیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "فن کار معاشرے کی ذہنی بالیدگی شعور کی بیداری اور ارتقا کے لیے کام کرتا ہے۔ بے مثال ہادی اور راہ نما ہوتا ہے۔ معاشرے سے جو کچھ لیتا ہے اور سمیٹتا ہے اسے بطور قرض قبول کرتا ہے اور مع سود لوٹاتا ہے۔ استحصال کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ عقل و دانش بڑھاتا ہے۔ یہی فن کا تقاضا ہے۔"(6)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

وہ فنکار تھے۔ انھوں نے ہیرا منڈی اور طوائف کے کوٹھوں سے جو دیکھا اور سمیٹا اسے مع سود قارئین کے حوالے کر کے بقول ان کے ایک فن کار کی ذمہ داری کو پورا کر دیا۔ حامد بیگ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"رحمان مذنب کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے تیسری جنس، پیشہ کرانے والی عورت اور شہوت میں پھنسے ہوئے افراد کی نفسی کیفیات کو ان تمام جزئیات اور تاریخی پس منظر کے ساتھ اپنے افسانوں میں سمیٹنے کا جتن کیا ہے۔"(7)

اردو ادب میں طوائف کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ فکشن نگاروں نے اس کی مختلف نفسیاتی اور جنسی حقائق کے کئی پہلو بیان کیے ہیں۔ لیکن انھوں نے اس موضوع پر جو اظہار خیال کیا ہے وہ سب سے الگ ہے۔ ان کے نزدیک طوائف نے خود اس سمندر میں ڈال کر خود ہی واپسی کی کشتیوں کو جلا دیا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

"رحمان مذنب نے ایک ایسی عورت کو پیش کیا ہے خوخلا میں معلق نہیں ہے اور نہ کسی تذبذب کا شکار ہے بلکہ جس نے اپنی کشتیوں کو آگ لگا کر واپس جانے سب امکانات خود ہی ختم کر دیے ہیں۔ ایسی صورت حال میں وہ اس عورت کے تدریجی تنزل کی ایک حقیقی تصویر اس خوب صورتی سے پیش کرتے ہیں کہ قاری دنگ رہ جاتا ہے۔"(8)

شہر لاہور کا وہ ماحول اور حالات جو آج صرف سننے یا پڑھنے میں ملتے ہیں۔ وہ اس ماحول کے عینی شاہد ہیں۔ انھیں قدیم شہر جو فصیلوں میں بند ہوا کرتا، اس کے دروازے، چوکیداری کا نظام، مساجد، محلے، محلوں میں بسنے والوں کے حالات و واقعات اور مل جل کر رہنے کا ماحول، انھوں نے دیکھا بھی ہے اور اپنی تحریروں میں رقم بھی کیا ہے۔ انھوں نے افسانوی ادب میں اس ماحول کی بہترین عکاسی کی ہے۔ وہ اپنے افسانے "پرانا شہر" میں شہر کے قدیم ماحول کا ذکر کر رہے ہیں:

"پرانے شہر کی فصیلیں منہدم ہو چکی ہیں۔ شہر ضرور سلامت ہے۔ اس طرح نور محلہ اور نور مسجد بقید حیات ہیں۔ انہیں لوگ جانتے ہیں۔ بیگم نور حیات کو بھول گئے ہیں۔ اس کی تو قبر کا نشان بھی نہیں رہا۔ اسی نے یہ محلہ بسایا اور چھوٹی سی عبادت گاہ بھی بنا دی جس کی مرمت کی ذمہ داری اللہ رکھا نے اپنے چوڑے چکلے کاندھوں پر ڈال لی۔ اس کار خیر میں عبدالرحمن فاروقی شریک کار تھا۔ وہ کوچی پھیر دیتا اور اللہ رکھا قلعی منگوا لیتا۔ یوں کام بن جاتا اور پھر سال بھر کے لیے چھٹی ہو جاتی۔"(9)

اس زمانے کا صاف ستھرا اور صحت مند ماحول کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ کشادہ سڑکیں، ہوادار پارک، خوب صورت باغات، فطرت کی سادگی اور ایسا ماحول جو بالکل صاف اور شفاف، اس کا تذکرہ بھی ان کے افسانوں میں ملتا ہے۔ وہ اسی افسانے میں مزید لکھتے ہیں:

"شالامار باغ اس کے لیے صحت افزاء ثابت ہوا اور اس نے اسے اپنے مزاج کے لائق جانا۔ یہاں کشادگی تھی، روشیں تھیں، باغوں کے قطعے تھے، برج تھے، سیڑھیاں تھیں۔ دوڑ دھوپ کی کھلی چھٹی تھی، عورتیں آزادی سے سانس لیتی تھیں۔ برقع اتار دیتیں اور دوڑ لگاتیں۔ مرد اور عورتوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے پر کسی نوع کی پابندی نہ تھی۔ عورتیں چہچہاتیں، چلاتیں، بڑکیں مارتیں، مسکرانے ہنسنے اور قہقہے لگانے سے فضا انتہائی خوشگوار ہو جاتی۔ زیباں دوڑیں لگاتی، اللہ رکھا تیز قدم اٹھاتا اور دوڑنے سے شرماتا تھا۔ تھک جاتی تو پاؤں لٹکا کر چبوترے پر بیٹھ جاتی۔"(10)

ماحول محض مٹی اور پانی کا نام نہیں ہے۔ ماحول تو سماج سے ملا ہوا ہے۔ ایک ماحول سماج اور معاشرے کا بھی ہے۔ انھوں نے اپنے عہد کے معاشرے اور ماحول کو بیان کرنے میں بہت مہارت سے کام لیا ہے۔ اس ماحول اور اس کی تمام تر جزئیات کو نہایت واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ معاشرہ کن حالات میں ہے اور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کیا سوچ رہا ہے۔ ان کی صورت کیا ہے۔ اس کا تعلق سماجی ماحول سے ہے۔ ان کے افسانوں میں سماجی ماحول کے انقلاب کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے افسانے "افلاس کی آغوش" کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "وہ سمجھ گئی کہ انقلاب آ کر رہے گا لیکن آنے والے اس انقلاب سے پہلے جاگیر دارنی کے رویے میں انقلاب آیا۔ اس کی فیاضی میں یکایک اضافہ ہو گیا۔ ایکا ایکی کئی نئے نکور کپڑے اپنے آپ تنگ ہو گئے۔ سویٹ کریپ، ولایتی جارجٹ اور بروکیڈ کی قمیضیں، نئے نکور سینڈل اور نئی نکور کوٹیاں پہنے بغیر تنگ قرار دے دی گئیں۔ انہیں ایک ایک کر کے زبیدہ کو پہنایا گیا۔ اسے دلہن بنایا گیا۔ ہر جوڑا پہنانے سے پہلے جاگیر دارنی نے اس کے کنوارے ریشمی بدن پر ہاتھ پھیرا۔ ہر جوڑا اس گل اندام پر زیب دے گیا۔ اس کے بدن کے زاویوں اور خطوں کی تعریف کی گئی۔ جاگیر دارنی نے اس کے بدن سے اپنے بدن کا موازنہ کیا۔ جاگیر دارنی مسکرا کر بولی، "ہائے کتنی پیاری لگتی ہو۔ جی چاہتا ہے منہ چوم لوں۔" اور پھر اس نے اپنے سلگتے ہوئے جذبات گلاب کی دو جڑواں پتیوں پر رکھ دیے۔ زبیدہ اس عمل سے ذرا کھلی اور بولی، "توبہ! آپ نے تو حد ہی کر دی یوں کیا جیسے آپ پیاری نہیں لگتیں۔"(11)

رحمان مذنب اپنے گرد و پیش پر کس طرح نگاہ رکھتے ہیں اور ماحولیاتی تبدیلیوں کو کن نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس کا اندازہ ان کے افسانوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے کردار اپنے ماحول پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور ماحول سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے افسانے "خوش بو کا دھواں" کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "یاسمین نے جب معراج بی بی کے مکان پر کار کھڑی کی تو ٹھٹک کر رہ گئی۔ جگہ وہی تھی، وہی گرد و پیش اور وہی ماحول تھا لیکن مکان اپنی جگہ پر نہ تھا۔ وہ پرانا مکان جو اس علاقے کے خوشنما گھروں میں بد صورتی اور بوسیدگی کا نمائندہ تھا، اب انہی جیسا ہو گیا۔ سامنے اونچی دیوار کھنچ گئی تھی۔ آہنی پھاٹک لگ گیا تھا۔ عمارت کی شکل و صورت ہی اور ہو گئی تھی۔ ٹاٹ کا پیوند مخمل سے مڑھ گیا تھا۔"(12)

ہوا، پانی، روشنی فطری ماحول کا اہم حصہ ہیں۔ باغ، پھل، پھول، بہار وغیرہ ماحول کی سادگی اور حسن کی علامتیں ہیں۔ رحمان مذنب اگرچہ لاہور میں رہتے ہیں لیکن وہ فطری ماحول کے حسن سے بے بہرہ نہیں ہیں۔ وہ فطرت کی خوب صورتی کو محسوس بھی کرتے ہیں اور بیان بھی کرتے ہیں۔ ان کے ایک افسانے 'پھر کی' میں فطرتی حسن کا شعور ملتا ہے۔ اس افسانے میں بہار، روشنی، ہوا اور خوب صورت گرد و پیش کو بیان کر رہے ہیں۔ جو ان کے فطرتی حسن کی خوب صورتی کے ذوق کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے افسانے "پھر کی" کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "پھر کی نے رسی پر دوپٹہ پھیلایا اور باہر کی جانب بدرو کو دیکھا جو مغلئی باغات کا حاشیہ بن چکی تھی۔ باغات میں بہار آتی تو پھول کھلتے، حسینوں کے لئے گجرے، گہنے اور گلدستے بنتے۔ خود پھر کی مولسری کے پھولوں سے جھولیاں بھر لاتی لیکن بدرو کی تیز بو کم نہ ہوتی۔ یہ بو جس سے نازک طبع لوگوں کا دماغ پھٹ جاتا، پھر کی کی زندگی میں داخل تھی اور مائی مالاں کے نل تلے بھی نہ دھلتی تھی۔ ہوا میں دھوپ کی نیم گرم لذت تیرنے لگی۔ دھرتی کے پنڈے پر میٹھی میٹھی سوئیاں چبھنے لگیں۔ کچے بنیرے پر پھر کی کوہنیاں ٹیکے کھڑی تھی۔ وہ بدرو کی پھیلی ہوئی بو میں بہار بن کر مسکرا رہی تھی۔ اپنے شاداب اور گداز بدن کی خوشبو سونگھ رہی تھی۔"(13)

ان کی افسانہ نگاری میں ماحولیاتی عناصر کی نمائندگی دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنے سماج سے جڑے ہوئے ہیں۔ سماج اور معاشرے کے ماحول اور اس میں آنے والی تبدیلیوں سے مکمل آشنا ہیں۔ انھوں نے سماج کے ہر طبقے کو دیکھا۔ وہ انسان کو ایک کتاب سمجھتے ہیں اور اس کتاب کو پڑھنے کے لیے بے تاب ہیں۔ پھر جو وہ نتیجہ نکالتے ہیں سب پر ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان کی بصیرت سے ہر کس و ناکس فیض یاب ہو سکے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ان کے افسانوں میں سماجی مسائل اور نچلے طبقے کے لوگوں کی زندگیوں کا احاطہ کر رہے ہیں۔ ان میں طوائفوں اور خواجہ سراؤں کا کافی ذکر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے معاشرتی ماحول کو اپنے افسانوں میں وسعت قلبی سے جگہ دی ہے۔ رحمان مذنب کے کردار بہت متحرک ہیں اور اپنے گردوپیش سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔ انھوں نے نا صرف اپنے افسانوں میں کرداروں کو پیش کیا ہے بلکہ ان کے ماحول کو بھی منظر عام پر لائے ہیں۔ ان کے کردار بہت فعال اور حقیقی زندگی کی پیچیدگیوں سے جس طرح آگاہ کھائی دیتے ہیں ویسے ہی وہ ماحول کی صورت حال سے بھی آگاہ ہیں۔

رحمان مذنب حقیقت پسند افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری پائی جاتی ہے۔ ان کے بارے میں ناقدین کا خیال ہے کہ وہ ان کی حقیقت نگاری پر منٹو کی چھاپ موجود ہے۔ انھوں نے منٹو کی طرح حقیقت کو بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ ماحول کے بیان میں بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے افسانے صرف خارجی ماحول تک محدود نہیں ہیں بلکہ وہ کرداروں کے داخلی اور نفسیاتی ماحول کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں کرداروں کے ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی حالات کو بھی نہایت مہارت سے بیان کیا ہے۔ یوں ان کے افسانے نفسیاتی ماحول سے بھی متصف ہیں۔

رحمان مذنب کے فسانوں میں طبقات کی رنگارنگی ہے۔ ان کا خاندانی ماحول اور گردوپیش کے جتنے ماحول تھے وہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ انھوں نے مختلف طبقات کو اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے۔ مذہب پسندوں سے لے کر بازاری عورتوں اور ہیجڑوں تک تمام طبقات کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ ان تمام طبقات کے ماحول بھی مختلف ہیں۔ انھوں نے ہر طبقے کے ماحول کی منظر کشی ماہرانہ انداز میں کی ہے۔ ان کے افسانوں میں طبقات کے ماحول کی وجہ سے ماحول کے کئی رنگ موجود ہیں۔ گویا ان کے کرداروں، موضوعات اور طبقات کی بوقلمونی کی وجہ سے ماحولیات کے بھی بہت سے رنگ موجود ہیں۔

رحمان مذنب نے لاہور کی سرزمین پر آنکھ کھولی، اسی سرزمین پر پرورش کے مراحل طے کیے اور اسی کے مٹی میں دفن ہوئے۔ انھوں نے اپنے اردو گرد کے ماحول کو قریب سے دیکھا۔ ان کا اپنے گردونواح سے کے ماحول سے گہرا تعلق بھی رہا ہے۔ اسی لیے ان کے قلم نے اس ماحول کو الفاظ کا رنگ بھر دیا۔ انھوں نے ایک جاندار اور باشعور ادیب کی طرح اپنے عہد، معاشرت، تہذیب اور ثقافت کو قریب سے دیکھا اور اپنے عہد، معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی ماحول کو اپنے تحریروں میں زندہ وجاوید کر دیا۔ رحمان مذنب نے اپنے عہد کے ماحول کی تمام جزئیات کی منظر کشی کی ہے۔

لاہور اور شہر لاہور کی ماحولیاتی رنگارنگی جو اس دور میں تھی۔ جس ماحول کو آج ہم کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ یا کسی کی زبان سے سن سکتے ہیں لیکن دیکھ نہیں سکتے۔ رحمان مذنب نے وہ ماحول گہری نگاہوں سے دیکھا۔ اسی مشاہدے کو انھوں نے بے باکی سے کاغذ قلم کے حوالے کر دیا۔ اس ماحول کو بیان کرنے میں انھیں لعن وملامت کا بھی سامنا کرنا پڑا، لوگوں کی باتیں بھی سننا پڑیں، خاندانی مذہبی پس منظر پر بھی طنز کی گئی۔ لیکن انھوں نے ماحول کی عکاسی کا فرض سرانجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

حوالہ جات

1. انور سدید (مرتب) تجھے ہم ولی سمجھتے، ص:41
2. ایضاً، ص:40
3. ایضاً، ص:18
4. ایضاً، ص:27
5. ادب لطیف، ص:188
6. انور سدید، ڈاکٹر، تجھے ہم ولی سمجھتے، لاہور، رحمان مذنب ادبی ٹرسٹ، س۔ن۔، ص:70
7. ایضاً، ص:26

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

8. ایضاً، ص:81
9. رحمان مذنب، خوشبودار عورتیں، لاہور، رحمان مذنب ادبی ٹرسٹ، 2002ء، ص:110
10. ایضاً، ص:101
11. ایضاً، ص:124
12. ایضاً، ص:199
13. ایضاً، ص:73